❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت قرآن کریم
وقت 5-7 منٹ

قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں تقویٰ کی حقیقی روح

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران:103)

اِس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اُس کے تقویٰ کا حق ہے اور ہرگز نہ مَرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

عجب	گوہر	ہے	جس	کا	نام تقویٰ
مبارک	وہ	ہے	جس	کا	کام تقویٰ

معزز سامعین! مجھے آج اس مبارک محفل میں "قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں تقویٰ کی حقیقی روح" پر گفتگو کرنی ہے۔

اس عنوان کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اِس عنوان کا حق مختلف طریقوں سے ادا ہو سکتا ہے۔ جیسے قرآنِ کریم کے 700 سے زائد احکام کو تقویٰ سے باندھ کر۔ مگر اِس صورت میں تقریر کے کئی حصّے کرنے ہوں گے اور ایک پہلو اِس عنوان کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو براہ راست قرآنِ کریم کی جن تعلیمات سے باندھا ہے۔ اُس کا اختصار سے ذکر کر دیا جائے۔ مگر اِس امر کا اظہار ضروری ہے کہ قرآنِ کریم کے تمام احکامات کا انحصار تقویٰ پر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیز گاری کے لیے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لیے قوّت بخشتی ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لیے حرکت دیتی ہے۔"

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 342)

سامعین! اوپر بیان دو پہلوؤں میں سے دوسرے پہلو پر مجھے آج گفتگو کرنی ہے۔ تقویٰ کے معنی اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر کے علاوہ پرہیز گاری، پارسائی، حرام اور ناجائز چیزوں سے اپنے آپ کو بچانے کے ہیں۔ لغات میں تقویٰ کے تحت صرف لفظ "پرہیز" بھی لکھا ہے۔ جس کے معنی اجتناب، احتیاط کے ہیں۔ لکھا ہے کہ "پرہیز سب سے اچھا نسخہ ہے۔" یعنی پرہیز سے بہت سی بیماریاں دُور ہوتی ہیں، پرہیز سے بیماری میں بہت فائدہ ہوتا ہے، یہ بھی لکھا ہے کہ "پرہیز علاج سے بہتر ہے۔" اگر اِن محاوروں میں استعمال لفظ بیماری کو روحانی معنوں میں لیں تو تقویٰ کے معنی ہوں گے کہ تقویٰ اختیار کرنے سے روحانی بیماریوں، کمزوریوں، بدیوں اور اُن کے بدانجام سے بچا جا سکتا ہے۔ تقویٰ تمام انبیاء کی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ قرآن کریم میں کئی آیات تقویٰ کی بابت ملتی ہیں۔ تمام عبادات کا بنیادی مقصد بھی انسان کے دل میں اللہ کا خوف اور تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہو جانے کے بعد انسان گناہوں سے جھجک محسوس کرتا ہے اور اُس کا دل نیکیوں کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے تقویٰ کی بہت اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذات پات یا قومیت کی کوئی وقعت نہیں۔ اُس کے ہاں سب سے قابلِ عزت واحترام وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے معزز کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی ہو۔"

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے :اے اللہ! مَیں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین نہایت ہی اچھوتے انداز میں سورۃ آل عمران آیت 103 میں کی ہے جس کی تلاوت تقریر کے آغاز پر حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ کے ترجمہ کے ساتھ کر آیا ہوں۔ کہ تقویٰ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند و بالا ہے کہ جو تقویٰ کا حق ہے اُس کو ادا کرتے ہوئے اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اِس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اُس کی تمام شرائط کے ساتھ اختیار کرو۔ جبکہ حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اِس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

"اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ تقویٰ کیا ہے اور اِس کا نتیجہ کیا ہے اور اِس کے پہلوؤں سے انسان کس طرح آگاہ ہو سکتا ہے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ خدا تمہیں تقویٰ کا حکم دیتا ہے کہ حقِ تقویٰ ادا کرو۔ تقویٰ کہتے ہیں اُس بات کو جس سے انسان دُکھوں اور تکالیف سے بچ سکتا ہے۔ عربی زبان میں اِس کا نام تقویٰ رکھا ہے"

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 513)

اگر اِس آیت کا مجموعی طور پر احاطہ کیا جائے تو ایک مومن کو جہاں تقویٰ کو اُس کی باریکیوں کے ساتھ اختیار کرنے کا حکم ہے وہاں یہ بھی سبق دیا گیا ہے کہ تقویٰ کو اپنی زندگیوں کا حصّہ بناؤ کہ جب موت کا بلاوہ آئے تو بحالتِ اسلام وفات ہو یعنی اتقاء پر قائم رہتے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔

سامعین! اگر تقویٰ کے معنی اور مطالب کو قرآنِ کریم کی تعلیمات کے آئینہ میں دیکھیں تو پیدائش سے لے کر وفات تک تقویٰ کی تعلیم ملتی ہے اور زندگی کے دورانیہ میں بھی گاہے بگاہے تقویٰ کا سبق ملتا ہے۔ بات کا آغاز مَیں پیدائش سے کرتا ہوں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت 2 میں یوں کیا ہے۔

"اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک (ہی) جان سے پیدا کیا اور اُس (کی جنس) سے (ہی) اُس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں (پیدا کر کے دنیا میں) پھیلائے اور اللہ کا تقویٰ (اس لیے بھی) اختیار کرو کہ اس کے ذریعہ تم آپس میں سوال کرتے ہو اور خصوصاً رشتہ داریوں (کے معاملہ میں (تقویٰ سے کام لو) اللہ تم پر یقیناً نگران ہے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو دفعہ تقویٰ اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے۔ پہلے اِتَّقُوا اللّٰہَ کا تعلق انسان کی پیدائش اور کُنبہ بننے یا بنانے سے ہے اور دوسرے اِتَّقُوا اللّٰہَ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ذریعہ آپس میں اور رشتہ داریوں کے متعلق سوال کرنے سے ہے۔ جس کی تفسیر ایک فقرہ میں حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فٹ نوٹ میں یوں کی ہے کہ

"تم اُس اللہ کے نام کا واسطہ دے کر اپنی ضروریات پورا کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہو۔"

(تفسیر صغیر زیر آیت النساء:2)

دورانِ زندگی تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف آیت 27 میں "لباسُ التقویٰ" کے الفاظ سے فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے ننگ چھپانے کے لیے لباس اُتارا ہے جو زینت کا کام بھی کرتا ہے۔ یہاں ظاہری لباس مراد ہے جو بچے کو پیدائش کے معًا بعد سے پہنایا جاتا ہے اور ساری زندگی مختلف انداز اور مختلف ڈیزائنز کے صورت میں استعمال کرتا بالآخر کفن کا لباس پہن کر خوبصورتی کا موجب بن کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاتا ہے۔ لیکن اسی آیت میں آگے چل کر اللہ تبارک و تعالیٰ نے "لباس تقویٰ" کا ذکر کر کے فرمایا کہ ذٰلِكَ خَيْرٌ کہ اوّل یہ لباس سب سے بہتر ہے اور دوم مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ کہ یہ لباس اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس حصّہ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ یہ (لباس کا حکم) اللہ کے احکام میں سے ہے اور سوم لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ کہ تقویٰ کا لباس انسان کو پہننے کی اس لیے تلقین کی جا رہی ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ گویا کہ انسان کی اصل زینت تو تقویٰ اختیار کرنے سے ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس ہر احمدی عورت اور مرد سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **بہترین لباس وہ ہے جو تقویٰ کا لباس ہے۔ اُسے پہننے کی کوشش کریں** تا کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہمیشہ ڈھانکے رکھے اور شیطان جو پردے اُتارنے کی کوشش کر رہا ہے جو انسان کو ننگا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مومن نہیں ہے شیطان ان کا دوست ہے۔ اگر تو ایمان ہے اور زمانہ کے امام کو بھی ماناہے تو پھر ہمیں ایک خاص کوشش سے شیطان سے بچنے کی کوشش کرنی ہوگی اور اپنے آپ کو ہمیشہ اس لباس سے ڈھانکنا ہوگا جو تقویٰ کا لباس ہے۔“

(خطبہ جمعہ 3 اپریل 2009ء)

پس یہی ایک مومن کا اصل لباس ہے۔ جس کی تلقین اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر کی ہے جیسے فرمایا تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی (سورۃ البقرۃ:198) کہ زادِ راہ جمع کرتے رہو۔ یقیناً سب سے اچھا زادِ راہ تقویٰ ہی ہے۔ ویسے تو یہ آیت حج کے سفر میں لائی گئی ہے کہ حج کے سفر میں زادِ راہ ساتھ رکھا کرو اور حج کی ادائیگی میں سب سے اہم عنصر تقویٰ ہے۔ لیکن اگر اِسے زندگی کے سفر پر لاگو کریں تو عام طریق سے یوں سمجھایا جاسکتا ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی اپنی زندگی میں اپنے بال بچوں کے لئے Bank Balance جمع کرتا ہے تا وہ اُس کی وفات کے بعد آل اولاد کے کام آسکے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک وہ جمع کرو لیکن انسان کا اصل Bank Balance اور اُس کی اصل پونجی تقویٰ ہونی چاہیے۔ یہی ایک مومن کا سرمایۂ حیات ہے۔ جس پر اُس کا حساب کتاب ہوگا۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر آیت 19 میں ایک اور رنگ میں یوں بیان فرمایا کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ کہ ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ اِس سے بھی زادِ راہ ہی مراد ہے۔ آیت کے اس حصّہ کو اللہ تعالیٰ نے آغاز اور اخیر کو اِتَّقُوا اللّٰہَ سے باندھ کر اِس کے حصار میں رکھا ہے کہ آپ جو بھی جمع کریں وہ اوّل اور آخر دونوں لحاظ سے تقویٰ کے لباس میں لپٹا ہوا ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سورۃ الحشر کی اِس آیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

” یہ نکاح پر پڑھی جانے والی آیتوں میں سے بھی ایک آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں جہاں انسان کو خود آئندہ زندگی کی فکر کی طرف توجہ دلا رہا ہے، وہاں آئندہ پیدا ہونے والی نسل کی تربیت اور اُن کو دنیا کے بجائے نیکیوں میں آگے بڑھنے کی طرف توجہ دلانے کا بھی ارشاد فرما رہا ہے۔ خاص طور پر جو آیات نکاح میں پڑھی جانے والی ہیں یہ اُن میں سے ایک آیت ہے۔ کیونکہ نیک اولاد، اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی اولاد جہاں اپنی عاقبت سنوارنے والی ہوگی، وہاں نیک اولاد کے عمل اور اُن کی دعائیں جو وہ والدین کے لئے کر رہے ہیں، والدین کے درجات اگلے جہان میں بھی بلند کرنے کا باعث بن رہی ہوں گی .....پس ایک مومن کو بار بار مختلف رنگ میں اللہ تعالیٰ تنبیہ اور تلقین فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو کبھی نہ بھولو، تقویٰ پر قائم رہو، ایسے اعمال بجالاؤ جو اس جہان کو بھی اور اگلے جہان کو بھی سنوارنے والے ہوں۔ اِس جہان میں بھی تم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنو اور آئندہ زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل کی خبر رکھنے والا ہے۔ اُس کی نظر سے انسان کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ ہر عمل کا حساب کتاب رکھا جا رہا ہے۔ اس لئے انسان کو بہت پھونک پھونک کے اس دنیا میں اپنے قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ ایمان لانا اور ایمان کا دعویٰ کرنا صرف کافی نہیں ہے بلکہ تقویٰ کی راہوں کی تلاش اور اُن پر عمل ضروری ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مئی 2013ء)

ایک اور خطبہ جمعہ میں فرمایا:

” اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا لفظ قرآن کریم میں اتنی بار استعمال کیا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں اور شاید ہی کوئی اور لفظ اتنی بار استعمال ہوا ہو۔ مختلف پیرایوں اور مختلف شکلوں میں اس کے بارے میں توجہ دلائی گئی ہے۔ بلکہ ایک مسلمان جب شادی کے بندھن میں بندھتا ہے تو اس وقت نکاح کے خطبہ میں پانچ دفعہ تقویٰ کے بارہ میں ذکر آتا ہے۔ تقویٰ کی اہمیت کا اسی بات سے اندازہ کرلیں۔ کیونکہ شادی میں مرد اور عورت ایک نئی زندگی کا آغاز کر رہے ہوتے ہیں اور نہ صرف مرد اور عورت ایک معاہدہ کر رہے ہوتے ہیں بلکہ دو خاندان آپس میں ایک تعلق پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر تقویٰ نہ ہو تو معاشرے میں ایک فساد پیدا ہو جائے۔ پھر ایک مسلمان عورت اور مرد کے

ایک تعلق میں بندھنے کے نتیجہ میں نئے وجودوں کی آمد ہوتی ہے۔ اگر ایک مسلمان میاں بیوی تقویٰ پر قائم نہیں رہیں گے تو آنے والی نسل کے متقی ہونے کی کوئی ضمانت نہیں۔ تو خلاصہ یہ کہ تقویٰ ایک ایسی بنیادی چیز ہے جس کے بغیر خدا تعالیٰ کے ملنے اور اس سے زندہ تعلق جوڑنے کا تصور ہی غلط ہے"

(خطبہ جمعہ 29 مارچ 2004ء)

سامعین! اپنی زندگیوں کو تقویٰ کا لباس پہنانے اور پرہیز گاری سے خوبصورت بنانے کی بات چل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس حوالہ سے قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں تقویٰ کے کسی پہلو کو نہیں چھوڑا۔ حتّٰی کہ تکبّر اختیار کرنے کو بھی تقویٰ کے منافی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں جو تقسیم کیا ہے یہ کوئی بڑائی کی وجہ نہیں بلکہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (سورۃ الحجرات:14) کہ تم میں سے زیادہ معزز و مکرّم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن واحادیث میں بیان نیکیوں اور اچھائیوں کے علاوہ جو بدیاں، بُرائیاں ہیں اُن کے متعلق فرمایا ہے فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ (سورۃ البقرۃ:55) کہ اپنے نفوس کو قتل کرو یعنی اپنے نفوس کی گندی خواہشات کو زہد و تقویٰ سے بدل دو۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"تقویٰ کا مرحلہ بڑا مشکل ہے۔ اُسے وہی طے کر سکتا ہے جو بالکل خدا تعالیٰ کی مرضی پر چلے۔ جو وہ چاہے وہ کرے۔ اپنی مرضی نہ کرے۔ بناوٹ سے کوئی حاصل کرنا چاہے تو ہرگز نہ ہو گا۔ اس لیے خدا کے فضل کی ضرورت ہے اور وہ اسی طرح سے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو دعا کرے اور ایک طرف کوشش کرتا رہے۔ خدا تعالیٰ نے دعا اور کوشش دونو کی تاکید فرمائی ہے"۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 492۔ ایڈیشن 2003ء)

ایک مومن کو حقیقی تقویٰ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہو سکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا وَّیُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ (انفال:30) وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِہٖ (الحدید:29) یعنی اے ایمان لانے والو! اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتّقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا۔ وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے۔ یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آجائے گا۔ تمہاری عقل میں بھی نور ہو گا۔ تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہو گا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہو گا۔ اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہو گا۔ اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی۔ غرض جتنی تمہاری راہیں، تمہارے قویٰ کی راہیں، تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلو گے"۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 177-178)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مزید فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129) یعنی یقیناً اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو احسان کرنے والے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

" پس یہ تقویٰ ہی وہ بنیادی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کا قرب دلاتی ہے..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا (النحل:129) یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، پہلی بات یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے اُن راستوں کو اختیار کیا جو تقویٰ پر لے جانے والے راستے ہیں۔ پس اس بات سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ دنیا میں دو طرح کے انسان ہیں، ایک وہ جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اعمالِ صالحہ بجالانے والے ہیں اور ہر نیکی یا ہر اچھے عمل کو کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ دوسرے وہ لوگ جو گو بعض اچھی باتیں اور نیک کام کر لیتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ اُن کے سامنے نہیں ہوتا، یا وہ ہر کام کرتے وقت اس بات کو نہیں سوچتے کہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہماری نگرانی فرما رہا ہے، ہمیں دیکھ رہا ہے۔" (خطبہ جمعہ 3 فروری 2012ء)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متقیوں کو بے شمار انعامات سے نوازنے کا ذکر فرمایا ہے اور سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اُس کا خود متکفّل ہو جاتا ہے اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے کہ جس کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا جیسا کہ فرمایا وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا۔ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق:64-65) یعنی اور جو اللہ سے ڈرے اُس کے لئے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے اور وہ اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ چونکہ ایک متقی شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اُس کا ہر حکم بجالاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ متقی سے محبت کرتا ہے اور فرماتا ہے بَلٰی مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَّقِیۡنَ (ال عمران:77) یعنی ہاں، کیوں نہیں! جس نے بھی اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو اللہ متقیوں سے محبت کرنے والا ہے۔ ایک متقی انسان اپنی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ (البقرہ:197) یعنی اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی کو جنت کی بشارت دیتا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ (القلم:35) یعنی یقیناً متقیوں کے لئے ان کے ربّ کے حضور نعمتوں والی جنتیں ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تقویٰ کے معنے ہیں بدی کی باریک راہوں سے پرہیز کرنا۔ مگر یاد رکھو نیکی اتنی نہیں ہے کہ ایک شخص کہے کہ مَیں نیک ہوں اس لیے کہ مَیں نے کسی کا مال نہیں لیا، نقب زنی نہیں کی، چوری نہیں کرتا، بد نظری اور زنا نہیں کرتا۔ ایسی نیکی عارف کے نزدیک ہنسی کے قابل ہے کیونکہ اگر وہ ان بدیوں کا ارتکاب کرے اور چوری یا ڈاکہ زنی کرے تو وہ سزا پائے گا۔ پس یہ کوئی نیکی نہیں کہ جو عارف کی نگاہ میں قابل قدر ہو بلکہ اصلی اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ نوع انسان کی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کامل صدق اور وفاداری دکھلائے اور اس کی راہ میں جان تک دے دینے کو تیار ہو۔ اسی لیے یہاں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129) یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو بدی سے پرہیز کرتے ہیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کرتے ہیں۔ یہ خوب یاد رکھو کہ نرا بدی سے پرہیز کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں جب تک اس کے ساتھ نیکیاں نہ کرے۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 242۔ ایڈیشن 1984ء)

پس یہ اختصار کے ساتھ مَیں نے قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں تقویٰ کی حقیقی روح بیان کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)